قدر بڑھا چڑھا کر عوام الناس کے سامنے رکھتے ہیں، جس سے فریق مخالف کے کفر کا اشارہ ملے۔ اس اسلوبِ تبلیغ کا نتیجہ سوائے ایک دوسرے کے ساتھ نفرت بڑھنے کے اور کچھ نہیں نکلتا۔ لہٰذا اہل علم و دانش پر بھی یہ بات لازم ہے کہ دعوت و تبلیغ کے میدان میں "حکیمانہ اسلوب" اختیار کرتے ہوئے رواداری و برداشت کو کبھی ہاتھ سے جانے نہ دیں۔ درحقیقت یہی اس میدان میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نرمی اور بردباری کے حوالے سے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ اور نرمی کے ساتھ وہ کچھ عطا فرماتا ہے جو سختی و دیگر چیزوں سے نہیں دیتا۔" [مسلم ح:۲۵۹۳]

## ضروری وضاحت:

ا۔ رواداری و برداشت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور شریعت کے کسی حکم کا مذاق اڑائے تو ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں۔ اندریں صورت ایسے لوگوں کا دلائل کے ہتھیار سے منہ بند کرنا ہر مسلمان پر اُس کے علم و فہم کے مطابق فرض ہے۔ لیکن ایسے حالات میں بھی صبر و تحمل کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ کر مجادلہ بالاحسن سے کام لینا ہوگا۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ لیکن بات اگر عام مسلمانوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو، تو اُس وقت آپ نے انتقام بھی لیا ہے۔ جیسے عکل و عرینہ قبیلہ کے اُن دہشت گردوں کے ساتھ سختی سے نمٹا، جنھوں نے آپ ﷺ کے چرواہوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا تھا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رواداری و برداشت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دشمن مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑیں اور ہم برداشت کا درس دیتے رہیں۔ بلکہ اس صورت میں حرب و قتال کے شرعی قواعد و ضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے دشمن کے دانت کھٹے کرنا ہی مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ مسلمانوں کے آپس کے اختلافات کا واحد حل کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنا ہے۔ جیسے اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾ [النساء ۵۹] "اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف پڑ جائے تو اسے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔" (یعنی: کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کر کے حق کی پیروی کرو اور باطل کر ترک کردو۔)

اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو باہمی اختلافات پس پشت ڈال کر خالص کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور رواداری و برداشت جیسی صفات سے متصف ہونے کی توفیق بخشے۔ (آمین)

اخوت اسلامی قسط:(۲۲)

# صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روئے زمین کا افضل طبقہ

ابوعبداللہ

## خلیفہ ثانی، شہید محراب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

**نام ونسب اور ولادت:** عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لویّ العدوی القرشی۔ آپ آٹھویں پشت کعب میں نبی اکرم ﷺ سے ملتے ہیں۔

بنوعدی قریش کے سفارتی صیغے کے ذمہ دار تھے، جوکہ قوتِ تقریر اور معاملہ فہمی جیسی نہایت ہی اعلیٰ صلاحیتوں کا متقاضی ہے۔ اوراس خاندان میں یہ ستودہ صفت بطریقہ اتم موجود تھی۔ اس صفت کے بغیر کوئی ایرے غیرے فرد اس اہم نوعیت کے کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔

اس خاندان میں پہلا شخص جس نے بغیر کسی نبی (علیہ السلام) کی تعلیمات کے' فطری طور پر شرک، بدعات، توہمات، بدشگونی اور خرافات کے ابطال اور توحید کی اشاعت کا نعرہ بلند کیا، وہ حضرت زید بن عمرو ہیں۔ ان کے یہ اشعار سیرت نبوی کی کتابوں میں محفوظ ہیں:

أربًّا واحداً أم ألف ربٍ — أدِينُ إذا تقسّمت الأمورُ
تركتُ اللاتَ والعزّىٰ جميعاً — كذلكَ يفعلُ الرجلُ البصيرُ

ترجمہ: ''ایک اللہ کو رب مانوں یا ہزاروں کو، جبکہ امور تقسیم ہو چکے ہوں! میں نے لات وعزیٰ سب کو خیر باد کہہ دیا۔ اور سمجھدار آدمی ایسا ہی کرتا ہے۔''

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ مشہور روایات کے مطابق ۴۰ برس قبل از ہجرت پیدا ہوئے۔ یعنی آپ نبی ﷺ سے تیرہ برس چھوٹے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بچپن میں اونٹ چرایا کرتے تھے۔ عہد شباب میں نسب دانی، سپہ گری اور خطابت کا فن سیکھا۔ بازارِ عکاظ کے میلے میں کشتی لڑتے تھے۔ اور بعثت نبوی کے وقت قریش کے تعلیم یافتہ ۱۷ اشخاص میں سے ایک تھے۔ علامہ مسعودی نے لکھا ہے: ''عمر بن خطاب نے جاہلیت کے زمانے میں عراق اور شام کے جو سفر کیے، اوران سفروں میں جس طرح وہ عرب وعجم

کے بادشاہوں سے ملے، اس کے متعلق بہت سے واقعات ہیں؛ جن کو میں نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب اخبار الزمان اور کتاب الاوسط میں لکھا ہے۔[مروج الذھب]

**قبول اسلام اور ہجرت:** جب آپؓ ستائیس برس کے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اور آپؓ کے خاندان سے بہنوی سعید بن زیدؓ، بہن فاطمہؓ اور نعیم بن عبداللہؓ اسلام کی دعوت پر لبیک کہہ کر تحریک توحید وسنت کے کارکنوں میں شامل ہوگئے تھے۔ اور مدرسین و مبلغین کی لڑی میں پروگئے تھے۔ اس خاندان میں حضرت زیدؓ کی وجہ سے توحید کی دعوت کوئی نامانوس بات نہیں تھی۔

آپؓ کا واقعہ قبول اسلام معروف ومشہور ہے۔ المختصر ایک بار آپ نے فیصلہ کیا کہ داعی اسلام حضرت محمد ﷺ کا قصہ تمام کردے۔ لیکن شکار کھیلنے گیا تو خود شکار ہوگیا۔ اور نبی اکرم ﷺ کے پاس دارارقم پہنچنے سے قبل اپنی بہن کے سامنے "أشهدُ أن لا اله الا الله وأشهد أن محمدا رسول الله" کی شہادت زبان سے جاری ہوگئی۔ جب دارارقم پہنچا تو آپ کے اسلام لانے کی خبر سن کر بے ساختہ رسول اللہ ﷺ "الله اکبر" پکار اٹھے۔ اور تمام صحابہ نے مل کر زور سے "الله اکبر" کا نعرہ لگایا کہ مکہ کی پہاڑیاں گونج اٹھیں۔[انساب الاشراف، طبقات ابن سعد]

یہ نبوت کا چھٹا سال اور ذوالحجہ کا مہینہ تھا۔ اور آپؓ کی عمر ۲۶ برس تھی، یعنی جوان تھا۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے والے اور نبوی تحریک میں شانہ بشانہ کام کرنے والے سوائے ابوبکر صدیقؓ اور چند گنے چنے اشخاص کے نوجوان لوگ ہی تھے۔ یہی حال بیشتر انبیائے کرام کے پیروکاروں کا ہے۔ اصحاب کہف بھی جوانِ رعنا شہزادے تھے۔ ارشاد الٰہی ہے ﴿انهم فتية آمنوا بربهم وزدناهم هدًى﴾ تاریخ انسانیت اور اسلام میں نوجوانوں کا کردار ہمیشہ غیر معمولی رہا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے چند روز ہی پیشتر نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرما کر آپؓ کو اللہ سے مانگا تھا: "اللهم اعز الاسلام بأحب الرجلين اليك: بعمر بن الخطاب او عمرو بن هشام" اے اللہ، عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) دونوں میں سے جو آپ کے ہاں عزیز ہو، اس کے ذریعے اسلام کی مدد فرما!"[ترمذی، ابن ماجہ] یہ دعا جو نبی اکرم ﷺ کی زبان سے نکلی، فوراً عمرؓ کے حق میں قبولیت سے مشرف ہوگئی۔ اور ثابت ہوا کہ آپؓ اللہ تعالیٰ کے پاس محبوب تھے۔ اسی لیے لوگ کہتے ہیں کہ عمرؓ "مرادِ رسول" ہیں؛ جبکہ دیگر صحابہؓ مرید رسول ﷺ ہیں۔

"أعــز الاسـلام" کا پہلا اثر یہ ہوا کہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ اپنے مذہبی فرائض اعلانیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو ناممکن تھا۔ آپؓ اور سید الشہداء حمزہؓ کے قبولِ اسلام کے ساتھ ہی دفعۃً رُت بدل گئی اور جماعت اسلام کعبہ کی طرف اس طرح گئی کہ صف کی ایک طرف حضرت عمرؓ تھے اور دوسری طرف حضرت حمزہؓ۔ اس روز سے صحابہ کرامؓ نے بلاخوف وخطر مطاف میں اپنے رب العزت کی عبادت ادا کی۔ مشرکین مکہ کھسیانی بلی کی طرح اس واقعہ کو دیکھتے رہے، دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور اسلام آئے روز قوت وعزت پکڑتا گیا۔

ان واقعات کے ایک چشم دید گواہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: "جب عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور ان کے ساتھ ہم نے بھی۔" [سیرت ابن ہشام] وہ مزید فرماتے ہیں: "مـا زلنا أعزةً منذ أسلم عمرُ" جب سے عمرؓ نے اسلام قبول کیا ہم عزت حاصل کرتے گئے۔

**ہجرتِ مدینہ:** آپؓ نے بلاخوف وخطر کفار کے سامنے ہجرت کی۔ کسی نے آپ کو روکنے کی ہمت نہیں کی۔ کیونکہ وہ لوگ آپ کی جرأت وشجاعت سے واقف تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا اسلامی بھائی بنوسالم کا سردار عتبان یا اوس بن مالک قرار پایا۔ ان کی قیام گاہ اسلامی مرکز مسجد نبوی سے قدرے دور تھی۔ لہٰذا دونوں باری باری نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری دیتے، اس روز کی تعلیمات وہدایات اور خبریں حاصل کرتے اور رات کو جا کر اپنے بھائی کے گوش گزار کرتے۔

یہاں پہنچ کر اسلام کی پہلی آزاد ریاست میں نماز با جماعت کے لیے اذان کا مسئلہ درپیش ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کی صدارت میں صحابہ کرامؓ کا اجلاس بلایا گیا اور مختلف طریقے زیر بحث آئے۔ مگر کسی رائے پر فیصلہ نہ ہو سکا۔ کیونکہ پیش کردہ تجاویز میں یہود، نصاریٰ یا مجوس کے طریقے سے مشابہت پیدا ہو رہی تھی۔ اسی شب حضرت عمرؓ اور کئی صحابہ کرامؓ کو خواب میں اذان سکھائی گئی۔ ان صحابہؓ نے آپ ﷺ کو اپنے خوابوں سے آگاہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کے کلمات سکھانے کا حکم فرمایا۔ یہی اذان دنیائے اسلام میں معروف ومعمول ہے۔ اس کا واقعہ اور کلماتِ منصوصہ احادیثِ نبی ﷺ کے ذخیرے میں موجود ہے۔ اور الحمد للہ ہم صرف اسی اذان کے صحیح ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو، جس پر خود نبی اکرم ﷺ کا حکم وعمل اور خلفائے راشدینؓ اور صدیوں بعد تک اہل اسلام کا متفقہ عمل رہا ہے۔

**نبی اکرم ﷺ کے قریبی ساتھی ومشیر:** سیدنا عمرؓ کو اپنی عقل ودانش، فہم وفراست، حق گوئی میں بے باکی، عزم وحوصلگی وغیرہ اوصاف عالیہ کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے قریبی ساتھی اور اہم معاملات ومواقع میں مشیر ہونے کا شرف حاصل

ہوا۔ تمام غزوات ومعاہدات میں آپؓ اہم رکن کے طور پر شریک ہوئے۔ علامہ شبلی کے مطابق "اشاعتِ اسلام کے لیے جو تدبیریں اختیار کی گئیں، ان میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو حضرت عمرؓ کی شرکت کے بغیر انجام پایا ہو۔"

جنگ بدر میں آپؓ شریک ہوئے۔ دوسری طرف بنوعدی کے قبیلے سے ایک فرد بھی شریک نہیں ہوا۔ اس فیصلہ کی جنگ (یوم الفرقان) میں آپؓ کے ہاتھ سے اپنا ماموں "عاص بن ہشام" مارا گیا۔ اور ﴿لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الأخر یوآدّون مَن حآدّ اللہَ ورسولَه ولو کانوٓا ابآءَ ھم أو أبنآءَ ھم أو اخوانَھم أو عشیرتَھم﴾ کی عملی تفسیر رقم کردی۔ اسلام کے مقابلے میں قرابت ومحبت کا اثر غالب نہ آنے دیا، جس سے انسانی معاشرے میں بہتیرے لوگ بچ کے نہیں رہ سکتے، الا ما رحم ربی۔ قیدیوں کے معاملے میں آپؓ نے مشورہ دیا کہ اسلام کے معاملے میں رشتہ وقرابت کا کوئی لحاظ نہیں ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی اور آپؓ کو نوح علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ آپ ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی رائے پسند فرما کر قیدیوں پر احسان کیا اور فدیہ وصول کیا۔ مگر حق تعالیٰ نے ﴿ما کان لنبیٍ أن یکون له أسریٰ حتی یثخن فی الأرض﴾ "کسی پیغمبر کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ خوب خونریزی نہ کرلے۔" نازل فرما کر آپؓ کی رائے کی تصویب اور موافقت فرمائی۔

غزوہ احد میں علامہ طبری کے مطابق لشکر اسلام کی سخت افراتفری کے باوجود بھی حضرت عمرؓ میدانِ جنگ میں موجود رہے۔ البتہ نبی اکرم ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر حضرت طلحہؓ چند مہاجرین وانصار سمیت مایوس ہوگئے تھے۔

علامہ ابن ہشام فرماتے ہیں: "پھر جب مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو آپ کے پاس پہنچے۔ اور آپ لوگوں کو لے کر پہاڑ کے درے پر چڑھ گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت حارث بن صمہؓ موجود تھے۔ حضرت عمرؓ نے چند مہاجرین وانصار کے ساتھ آگے بڑھ کر خالد بن ولید کے دستے پر حملہ کیا اور ان لوگوں کو ہٹایا۔ [ابن ہشام]

ابوسفیان سپہ سالار قریش نے جنگ احد کا بازار ٹھنڈا ہونے کے بعد پکارا: "اس گروہ میں محمد ہیں یا نہیں؟" پھر انہوں نے ابوبکرؓ وعمرؓ کا نام لیا......کوئی بھی جواب نہ ملنے پر بولا: "یہ لوگ مارے جاچکے ہیں۔" ابوسفیان نے پھر کہا "اُعلُ ھُبَلُ" (اے ہبل! اپنے دین کو بلند کرو) رسول اللہ ﷺ کے حکم پر آپؓ نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ بلند وبرتر ہے۔" عمرؓ نے نقد جواب دیا: "او اللہ کے دشمن! ہم سب زندہ ہیں۔" [تفسیر الطبری ۳۱۲/۷، تاریخ الطبری ۷۱/۲]

یہاں ایک اہم قابل توجہ امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں بھی، اس کے بعد مسلمانوں میں بھی، حتیٰ کہ ان کے